محمد وسیم اختر مفتی*

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

[''سیر وسوانح'' کا یہ کالم مختلف اصحاب فکر کی نگارشات کے لیے مختص ہے۔ اس میں شائع ہونے والے مضامین سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔]

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

—— ۳ ——

حضرت تمیم بن حرام کہتے ہیں، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی صحبت میں بیٹھا ہوں۔ میں نے کسی کو حضرت عبداللہ بن مسعود سے زیادہ دنیا سے بے رغبت اور ان سے بڑھ کر آخرت کی خواہش کرنے والا نہیں دیکھا۔ مجھے ہرگز پسند نہیں کہ ابن مسعود کے علاوہ کسی شخص کی تربیت میں رہوں۔ رات کو جب لوگ آنکھیں بند کر کے سو جاتے، حضرت عبداللہ بن مسعود نوافل ادا کرنے کھڑے ہو جاتے۔ پست آواز میں تلاوت کرتے تو یوں محسوس ہوتا، ان کے گھر میں شہد کی مکھیاں بھنبھنا رہی ہیں۔ (مستدرک حاکم، رقم ۵۳۷۷) یہ سلسلہ صبح تک جاری رہتا۔ زیادہ رونے کی وجہ سے ان کی آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے پڑ گئے تھے۔ موت کو یاد کرتے اور کہتے، آج میری تیاری نہیں، میرا دل چاہتا ہے، مروں تو دوبارہ نہ اٹھوں۔ فرمایا، جو آخرت کو مقصود بناتا ہے، دنیا خراب کر لیتا ہے اور جو دنیا کو مطمح نظر بنا لیتا ہے، اس کی آخرت برباد ہو جاتی ہے۔ لوگو! ہمیشہ رہنے والی آخرت کی خاطر دنیاے فانی کا نقصان برداشت کر لو۔ جو دنیا میں ریاکاری اور دکھاوا کرتا ہے، روز قیامت اللہ بھی اس سے ٹال مٹول کرے گا۔ جو دنیا کی شہرت حاصل کرنا چاہتا ہے، اللہ اس کی آخرت میں دنیا ہی کی رسوائیاں لکھ دیتا ہے۔ جو بلندیاں پانے کے لیے دوڑتا ہے، اللہ اسے پست کر دیتا ہے اور جو اللہ کی خشیت اختیار کرتا ہے، اللہ اسے بلند کر دیتا ہے۔ ایک بار یوں نصیحت کی، اللہ کی قسمت پر راضی ہو جاؤ تو مالدار ترین بن جاؤ گے، حرام کاموں سے بچو تو تقویٰ کی بلند ترین منزلیں پا لو گے، اپنے

* drwaseem_mufti@yahoo.com۔

فرائض ادا کر لو تو سب سے بڑے عبادت گزار بن جاؤ گے۔ کہتے ہیں، مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا، دولت مندی ہو یا غربت۔ غربت میں صبر اور تونگری میں تواضع، دونوں اللہ کے حق ہیں جن کا دھیان رکھنا پڑتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں، ایک صاحب علم آدمی اپنی کی ہوئی کسی غلطی کی وجہ سے سیکھا ہوا علم بھی بھول جاتا ہے۔ علم حاصل کرو، جب یہ حاصل ہو جائے تو عمل پر جت جاؤ۔ علم زیادہ روایات جان لینے کا نام نہیں، یہ تو خشیت الٰہی ہے۔ وہ گھر (دل) جس میں کتاب اللہ کا کوئی علم نہیں، اصلاً اجاڑ اور بے آباد گھر ہے۔ حامل قرآن کی پہچان یہ ہے کہ جب لوگ سوئے ہوئے ہوں، وہ بیدار ہوتا ہے۔ سب کھا پی رہے ہوتے ہیں، وہ روزے سے ہوتا ہے، لوگ خوش باش ہوں، وہ غمگین ہوتا ہے۔ سب ٹھٹھا کر رہے ہوں، وہ گریہ کرتا ہے۔ لوگ مل جل کر باتیں کر رہے ہوتے ہیں، وہ خاموش ہوتا ہے۔ لوگ ڈینگیں مار رہے ہوتے ہیں، وہ عاجزی سے بیٹھا ہوتا ہے۔ شیطان سورۂ بقرہ کی تلاوت سنتے ہی گھر سے بھاگ نکلتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود ہر جمعرات کے دن لوگوں کو پند و نصیحت کرتے تھے۔ ایک شخص نے کہا، ابوعبدالرحمان !میرا دل چاہتا ہے، آپ ہمیں ہر روز وعظ و نصیحت کیا کریں۔ انھوں نے جواب دیا، ایسا کرنے سے مجھے ایک ہی شے روکتی ہے کہ میں تمھیں اکتانا نہیں چاہتا۔ میں موقع و محل دیکھ کر تمھیں نصیحت کرتا ہوں جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس خیال سے کہ ہم اکتا نہ جائیں، نصیحت کرنے میں وقت اور موقع کا لحاظ فرماتے تھے۔ (بخاری، رقم ۷۰) ایک دفعہ وعظ کرتے ہوئے انھوں نے فرمایا، اپنا دین کسی شخص کے ہاتھ میں نہ دے دینا۔ وہ ایمان لائے تو تم لے آؤ، وہ کفر کرے تو تم اس کے پیچھے کفر کا ارتکاب نہ کرو۔ اگر پیروی ہی کرنی ہے تو دنیا سے چلے جانے والے کی کرو، کیونکہ زندہ آدمی کا کچھ پتا نہیں ہوتا، کب فتنے میں مبتلا ہو جائے۔ ایک موقع پر ارشاد کیا، اللہ سے ملاقات ہی مومن کی سب سے بڑی خوشی ہوتی ہے۔ جو اس راحت کو پانے کی واقعی آرزو کرتا ہے، اسے یہ مل جاتی ہے۔ دلوں کی چبھن سے بچ کر رہو، جو شے دل کو کھٹکے چھوڑ دو۔ روے زمین پر زبان ہی ایسی شے ہے جسے لمبی قید ہونی چاہیے۔ ایک خطبے میں کہا، لوگو! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے زیادہ نمازیں پڑھتے ہو، روزے رکھتے ہو اور ان سے بڑھ کر اجتہاد کرتے ہو پھر بھی وہ تم سے بہتر تھے۔ پوچھا، کیوں؟ بتایا، وہ دنیا سے بے پروا اور آخرت کی رغبت رکھنے والے تھے۔ ایک شخص نے وصیت کرنے کو کہا تو فرمایا، تم اپنے گھر ہی میں کشادگی پاؤ، اپنی زبان پر قابو رکھو اور اپنی غلطیوں پر گڑگڑاؤ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود نے ایک شخص کو تہ بند لٹکائے ہوئے دیکھا تو کہا، اپنا تہ بند اونچا کرو۔ اس نے کہا، ابن مسعود! اپنا تہ بند تو سنبھال لیں۔ کہا، میں تمھاری طرح نہیں، میری پنڈلیاں پتلی ہیں اور میرا رنگ گندمی ہے۔ حضرت عمر تک یہ بات پہنچی تو اس شخص کو ایک ضرب لگائی اور کہا، کیا تو نے ابن مسعود کو جواب دیا؟

www.javedahmadghamidi.org
www.al-mawrid.org

حضرت حذیفہ کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے اہل علم کو معلوم ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود اللہ کے بہت قریب اور کتاب اللہ کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ ایک بار حضرت عمر ایک مجلس میں تشریف فرما تھے، حضرت عبداللہ بن مسعود آئے اور بیٹھنے لگے۔ اپنے چھوٹے قد کی وجہ سے وہ لوگوں میں چھپ گئے تھے۔ سیدنا عمر ان سے ہنسی مذاق کرنے لگے، واپس ہوئے، نظروں سے اوجھل ہوئے تھے کہ سیدنا عمر نے کہا، ابن مسعود علم کی زنبیل (کنیف) ہیں جو علوم و معارف سے لبریز ہے۔ یہ فقرہ انھوں نے تین بار کہا۔ سیدنا عمر کے کہنے کے بعد عبداللہ بن مسعود لفظ کنیف سے ملقب ہو گئے، یہ لقب محدثین کے ہاں ان کے لیے خاص ہو گیا۔ فتاویٰ ظہیریہ (مرتبہ: ظہیر الدین بخاری، متوفی ۶۱۹ھ) میں ہے کہ یہ لقب خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں عطا کیا تھا۔ حضرت علی نے کہا، حضرت عبداللہ بن مسعود نے قرآن پڑھا، سنت کا علم حاصل کیا، علم ہی پر اکتفا کر لیا اور یہی بہت ہے۔ (مستدرک حاکم، رقم ۵۲۹۲) حضرت عبداللہ خود بیان کرتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارکہ سے ستر سورتیں سیکھیں۔ (بخاری، رقم ۵۰۰۰) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا، تو پڑھا ہوا بالک ہے۔ (مسند احمد، رقم ۳۵۹۹) ابن مسعود بیان کرتے ہیں، ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سورۂ نساء (۴) سنانے کا حکم دیا۔ میں نے عرض کیا، کیا میں پڑھ کر سناؤں، حالانکہ قرآن تو آپ پر نازل ہوا ہے؟ فرمایا، میں دوسرے کے منہ سے سننا چاہتا ہوں۔ میں نے تلاوت شروع کی۔ جب آیت 'فکیف اذا جئنا من کل امة بشهيد و جئنا بك على هؤلاء شهيدا' (۴۱) پر پہنچا تو آپ نے روک دیا، تب آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ (بخاری، رقم ۴۵۸۲، مسلم، رقم ۱۸۱۹) حضرت علقمہ شام گئے تو ابوالدردا سے ان کی ملاقات ہوئی۔ انھوں نے پوچھا، کیا تمھارے ساتھ وہ صاحب (حضرت عبداللہ بن مسعود) نہیں رہتے جن پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتوں، بستر اور وضو کے پانی کی ذمہ داری تھی، جو راز دان رسالت تھے؟ (بخاری، رقم ۳۷۶۱)

مسروق کہتے ہیں، میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے ساتھ رہا ہوں۔ انھیں میں نے ایک ذخیرۂ آب کی مانند پایا ہے جو ایک شخص کو، دو افراد کو، دس آدمیوں کو، سو انسانوں کو حتیٰ کہ تمام اہل زمین کو سیراب کر سکتا ہے۔ عبداللہ بن مسعود ایسا چشمہ ہی تھے۔ ابوموسیٰ اشعری سے کسی نے وراثت کا مسئلہ دریافت کیا۔ انھوں نے بتا کر تصدیق کے لیے حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس بھیج دیا۔ ان کے فتویٰ میں غلطی نکل آئی تو کہا، جب تک علامہ ابن مسعود موجود ہیں، مجھ سے استفتا نہ کریں۔ (بخاری، رقم ۶۷۳۶)

شام کے لوگ مقداد بن اسود اور ابوالدردا کی سکھائی ہوئی قراءت کے مطابق قرآن پڑھتے، اہل عراق اس

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

معاملہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور ابوموسیٰ اشعری کے پیرو تھے۔ یہ لوگ آپس میں ملتے تو اپنی اپنی قراءت کی فضیلت جتاتے، ان کے اختلافات سن کر نئے ایمان لانے والے تذبذب میں مبتلا ہو جاتے کہ کس قراءت کو اختیار کریں۔ ان حالات میں اندیشہ تھا کہ کوئی نیا فتنہ نہ جنم لے لے۔ اس لیے خلیفۂ سوم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے قرآن مجید کا وہ نسخہ حاصل کیا جو پہلے حضرت ابوبکر پھر حضرت عمر کے پاس رہا اور زید بن ثابت انصاری کو اس کی کتابت کرنے کا حکم دیا۔ انھوں نے اس کی نقلیں کروا کر شام، مصر، کوفہ، بصرہ، مکہ اور یمن بھجوا دیں، ملت اسلامیہ کو اس مصحف پر جمع ہونے اور دیگر قراءتوں والے مصاحف کو جلانے کا حکم دیا۔ عبداللہ بن مسعود سے بھی ان کا مصحف لے کر خاکستر کر دیا گیا۔ اس موقع پر انھوں نے لوگوں سے خطاب کیا اور کہا، مجھے زید بن ثابت کی قراءت کو اختیار کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ اللہ کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے ستر سے زیادہ سورتیں حاصل کی ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ جانتے ہیں، میں ان سب سے زیادہ کتاب اللہ کو جاننے والا ہوں، حالانکہ میں ان میں سے بہترین نہیں۔ (بخاری، رقم ۵۰۰۰، مسلم، رقم ۶۴۱۴)، کسی نے اس بات میں مجھ سے اختلاف نہیں کیا۔ زید بن ثابت صاحب عز و شرف ہیں، تب ان کے سر پر دو چوٹیاں (یا ایک چوٹی) ہوتی تھیں اور وہ بچوں سے کھیلا کرتے تھے۔ قرآن مجید میں کوئی سورت، کوئی آیت ایسی نہیں جس کے بارے میں مجھے علم نہ ہو کہ کس کے بارے میں نازل ہوئی اور کب اتری۔ اگر مجھے علم ہو جاتا کہ کوئی مجھ سے بھی زیادہ قرآن جاننے والا ہے اور اونٹوں کی سواری مجھے اس تک پہنچا دے گی تو میں ضرور اس کے پاس جاتا۔ (بخاری، رقم ۵۰۰۲، مسلم، رقم ۶۴۱۵) راوی ابووائل کہتے ہیں، میں خلق کثیر میں اٹھا بیٹھا ہوں، ان میں اصحاب رسول بھی تھے، کسی کو بھی ابن مسعود کے اس دعوے کی تردید کرتے نہیں سنا۔ ایک روایت میں ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا، مجھے مصاحف کی کتابت سے دور رکھا گیا ہے اور یہ کام زید بن ثابت کو سونپ دیا گیا ہے۔ میں جب اسلام لایا تھا، وہ اپنے کافر باپ کے صلب میں تھے، یعنی پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔ پھر یہ آیت پڑھ کر اہل کوفہ کو اپنے مصاحف چھپانے کا مشورہ دیا، 'ومن یغلل یات بما غل یوم القیمة'، اور جو چھپائے گا، اپنا چھپایا ہوا روز قیامت پیش کرے گا (سورۂ آل عمران ۳: ۱۶۱) اور کہا، اپنے مصاحف کے ساتھ اللہ کے سامنے پیش ہو جانا۔ ان کے اس عمل کو کئی صحابہ نے پسند نہیں کیا۔ ایک روایت میں سیدنا عثمان پر ان کی تنقید کا ذکر بھی ملتا ہے، لیکن محدثین نے اسے انتہائی ضعیف قرار دیا ہے۔ سیدنا عثمان نے زید کو کیوں ترجیح دی؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ مدینہ میں اور ابن مسعود کوفہ میں مقیم تھے۔ حضرت عبداللہ ادا (قراءت) کے امام تھے اور زید کو رسم قرآن کی مہارت حاصل تھی۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

زید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں بھی وحی کی کتابت کرتے رہے تھے۔ سیدنا ابوبکر نے مصحف قرآنی کو یک جا کرنے اور ایک تحریر میں لانے کا ارادہ کیا تو اس کی ذمہ داری انھی کو سونپی۔ ذہبی کہتے ہیں، ایک اہم وجہ یہ بھی تھی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے مصحف میں کچھ منسوخ آیات شامل تھیں، جبکہ زید کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تجویز کردہ آخری نسخہ تھا۔ رجب ۳۹۸ھ میں کچھ شیعہ علما نے قرآن مجید کے ایک نسخے کے بارے میں دعویٰ کیا کہ وہ حضرت عبداللہ بن مسعود کا ہے۔ وہ نسخہ تمام مصاحف سے مختلف تھا اس لیے ابوحامد اسفرائینی اور دوسرے فقہا نے اسے جلا ڈالنے کا فتویٰ دیا۔ جب اسے جلایا گیا تو شیعہ سخت غضب ناک ہوئے، کچھ نوجوانوں نے اسفرائینی پر حملہ کرنا چاہا، بغداد میں لڑائی اور ہنگامہ ہوا۔ آخر کار خلیفہ منصور کی مداخلت سے یہ فتنہ ٹلا۔

ایک رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اہم مسئلے پر سیدنا ابوبکر سے گفتگو فرمائی۔ مسجد میں آئے تو سیدنا علی اور سیدنا عمر بھی ساتھ مل گئے۔ آپ نے دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نماز میں کھڑے ہیں اور تواتر سے سورۂ نساء پڑھ رہے ہیں۔ آپ نے ان کی قراءت سنی اور ارشاد فرمایا، جسے بھلا لگتا ہے کہ قرآن ویسے ہی (سنے یا) پڑھے جیسے ابھی اترا تو ابن ام عبد (ابن مسعود) کی قراءت (سنے یا اس) کے مطابق پڑھے۔ نماز کے بعد وہ استغفار کرنے اور دعا مانگنے لگے تو آپ نے فرمایا، مانگو، دیا جائے گا۔ انھوں نے دعا کی، اے اللہ! میں تم سے وہ ایمان مانگتا ہوں جو لازوال ہو، ایسی نعمتیں جو برباد نہ ہوں، آنکھوں کی ٹھنڈک جو ختم نہ ہو اور جنت خلد کے اعلیٰ درجوں میں تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت چاہتا ہوں۔ اس بات پر سیدنا عمر حضرت عبداللہ کو بشارت دینے آئے تو دیکھا کہ سیدنا ابوبکر ان سے پہلے ان کی طرف جا رہے ہیں تو ان سے کہا، آپ نیکی کی طرف خوب لپکتے ہیں۔ (مستدرک حاکم، رقم ۵۳۸۶) بخاری کی روایت ہے، آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قرآن کریم چار صحابیوں حضرت عبداللہ بن مسعود، ابوحذیفہ کے آزاد کردہ سالم، ابی بن کعب اور معاذ بن جبل سے سیکھو۔ (بخاری، رقم ۳۷۵۸، مسلم، رقم ۶۴۱۶) حضرت حذیفہ کی روایت ہے، آپ نے فرمایا، میرے بعد سیدنا ابوبکر و عمر کی پیروی کرنا، عمار بن یاسر کے طریقے پر چلنا اور ابن ام عبد کے عہد کو تھامے رکھنا۔ (ترمذی، رقم ۳۶۶۲) حضرت عبداللہ بن عباس نے ابوظبیان سے سوال کیا، دو قراءتوں میں ہم کس کو اختیار کریں؟ انھوں نے جواب دیا، پہلی قراءت ابن ام عبد کی ہے۔ ابن عباس نے تائید کی، ہاں! دوسری قراءت بھی یہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال ایک بار جبرئیل علیہ السلام کو قرآن پڑھ کر سناتے، جس سال آپ کی وفات ہوئی، آپ نے دو مرتبہ قرآن سنایا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود اس موقع پر موجود تھے، انھیں علم تھا، کیا منسوخ ہوا، کیا تبدیل ہوا۔ حج کے موقع پر سیدنا عمر عرفات میں تھے کہ ایک آدمی نے بتایا،

www.alamawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

میں کوفہ سے آیا ہوں۔ وہاں ایک شخص قرآن پاک زبانی املا کراتا ہے۔ سیدنا عمر کو سخت غصہ آیا، بے قابو ہونے لگے۔ پھر پوچھا، وہ کون ہے؟ جواب ملا، حضرت عبداللہ بن مسعود۔ دفعۃً ان کا غصہ جاتا رہا۔ پرسکون ہو کر بولے، میرے علم میں ان کے علاوہ کوئی شخص ایسا نہیں جسے یہ حق حاصل ہو۔ ابوعبدالرحمٰن سلمیٰ، عبید بن نضلہ اور چند دوسرے قراء نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے قراءت روایت کی ہے۔

عہد فاروقی میں ابن مسعود کا وظیفہ چھ ہزار درہم سالانہ مقرر تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود نے ۳۲ء یا ۳۳ء میں مدینہ میں وفات پائی۔ حارث بن سوید ان کی تیمارداری کرنے آئے تو ان کو یہ فرمان رسول سنایا، اللہ اپنے بندۂ مومن کی توبہ سے اس مسافر کی خوشی سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جسے آخری وقت میں اپنی کھوئی ہوئی سواری اور زاد راہ واپس مل جائے۔ (مسلم، رقم ۷۰۵۵) بستر مرگ پر تھے کہ سیدنا عثمان عیادت کے لیے آئے اور پوچھا، کیا تکلیف محسوس کر رہے ہیں؟ کہا، اپنے گناہوں کا درد ہو رہا ہے۔ سیدنا عثمان نے سوال کیا، کیا آرزو ہے؟ اپنے رب کی رحمت کی تمنا ہے۔ انھوں نے کہا، میں آپ کے لیے طبیب کا بندوبست کرنے کا حکم دیتا ہوں۔ جواب ملا، طبیب ہی نے مجھے بیمار کیا ہے۔ پھر انھوں نے کچھ مال و دولت عطیہ کرنے کی پیش کش کی تو ابن مسعود نے کہا، مجھے اس کی حاجت نہیں۔ سیدنا عثمان نے کہا، یہ آپ کی بیٹیوں کے کام آئے گا۔ جواب دیا، کیا آپ میری بیٹیوں پر غربت آنے کا اندیشہ رکھتے ہیں؟ میں نے انھیں نصیحت کر رکھی ہے کہ ہر رات کو سورۂ واقعہ کی تلاوت کریں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے، ''جو ہر شب سورۂ واقعہ کی تلاوت کرے گا اس پر کبھی فاقہ نہ آئے گا۔'' حضرت عثمان نے یہ بات اس لیے کی، کیونکہ انھوں نے دو سال سے ان کا وظیفہ بند کر رکھا تھا۔ ان کی وفات کے بعد حضرت زبیر بن عوام سیدنا عثمان کے پاس آئے اور کہا، عبداللہ کے وارث وظیفے کی رقم پر زیادہ حق رکھتے ہیں۔ تب سیدنا عثمان نے پندرہ ہزار درہم دیے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خلیفۂ دوم سیدنا عمر کی شہادت کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود اور کوفہ کے کئی مال داروں نے سرکاری وظیفہ لینا از خود بند کر دیا تھا۔ ابن مسعود بغداد کے نواح میں واقع راذان کی جائیداد پر گزارا کرتے رہے۔ وفات کے وقت ان کے پاس نوے ہزار مثقال سونا تھا، گھریلو سامان، غلام اور مویشی ان کے علاوہ تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کی نماز جنازہ سیدنا عثمان نے پڑھائی۔ آخری آرام گاہ جنت البقیع میں ہے۔ عمر چھیاسٹھ برس ہوئی۔ ایک شاذ روایت کے مطابق انتقال کوفہ میں ہوا۔ ایک دوسری روایت کے مطابق نماز جنازہ زبیر بن عوام نے پڑھائی اور تدفین ان کی وصیت کے مطابق رات کے وقت جنت البقیع میں کی گئی۔ سیدنا عثمان کو تدفین کا علم نہ ہو

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

سکا تو وہ زبیر پر ناراض ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے بسملہ سے ابتدا کر کے وصیت لکھنا شروع کی۔ حضرت زبیر بن عوام اور حضرت عبداللہ بن زبیر کو اپنا وصی بنایا اور کہا، یہ دونوں میرے ترکہ کے بارے میں جو فیصلہ کریں گے روا ہو گا۔ میری بیٹیاں ان کی مرضی ہی سے نکاح کر سکیں گی، میری بیوہ زینب کو نہ روکا جائے۔ (مستدرک حاکم، رقم ۵۳۷۳) فلاں غلام پانسو درہم ادا کرنے کے بعد آزاد ہو جائے گا۔ دو سو درہم کا کفن پہنایا جائے اور عثمان بن مظعون کی قبر کے پاس دفنایا جائے۔

فقیہ امت حضرت عبداللہ بن مسعود نحیف و لاغر، پستہ قامت اور سیاہی مائل گندم گوں تھے۔ پیٹ بڑا اور ٹانگیں دبلی تھیں۔ بال سرخ اور لمبے تھے جو کانوں تک آتے۔ ان کی لٹیں کانوں پر یا ان کے پیچھے پڑی رہتیں۔ خضاب نہ لگاتے تھے۔ سفید لباس پہنتے، عطر لگاتے، ان کے پاس سے ایک مہک سی آتی۔ رات کے اندھیرے میں اسی مہک سے ان کو پہچانا جا سکتا تھا۔ لوہے کی انگوٹھی پہنتے۔ کہتے تھے، جب سے مسلمان ہوا ہوں، دن چڑھے نہیں سویا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ذہین اور باریک بین تھے۔ ظاہری وضع قطع میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید کیا کرتے تھے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

حضرت عبداللہ بن مسعود انتہائی احتیاط سے اس خوف کے ساتھ فرمان نبوی سناتے کہ کہیں غلط بات منہ سے نہ نکل جائے۔ حدیث روایت کرتے ہوئے ان پر لرزہ طاری ہو جاتا اور پیشانی پسینے سے تر ہو جاتی۔ (مستدرک حاکم، رقم ۵۳۷۴) کہتے، شیطان انسانی صورت دھار لیتا ہے اور لوگوں کو جھوٹی باتیں بتاتا ہے۔ پھر سننے والا کہتا ہے، میں نے ایک شخص سے سنا ہے جس کا چہرہ تو یاد ہے لیکن نام نہیں آتا۔ (مسلم، رقم ۱۸) حضرت عمرو بن میمون کہتے ہیں، میں حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس ایک سال تک جاتا رہا، اس پورے عرصہ میں انھوں نے محض ایک بار 'قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم' کہا۔ تب کرب کی وجہ سے ان کے ماتھے سے پسینہ بہہ رہا تھا۔ ان کے شاگرد علقمہ بتاتے ہیں، ابن مسعود ہر جمعرات کی شام کھڑے ہو کر وعظ کرتے۔ میں نے انھیں صرف ایک دفعہ 'قال رسول اللّٰہ' کہتے سنا، دیکھا کہ جس عصا سے وہ ٹیک لگائے کھڑے تھے، لڑکھڑا رہا تھا۔ اس کے باوجود تاریخ اسلامی کے کئی اہم واقعات مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر معراج ان کے روایت کردہ ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسود سے چار سو اڑتالیس احادیث مروی ہیں۔ ان میں ایک سو بیس صرف بخاری میں اور پینتیس صرف مسلم میں ہیں جب کہ چونسٹھ احادیث متفق علیہ ہیں، یعنی بخاری و مسلم دونوں میں بیان ہوئی ہیں۔ مکررات شامل کر کے باقی کتب حدیث میں شامل مرویات کی کل تعداد آٹھ سو چالیس ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، عمر، سعد بن معاذ اور صفوان بن عسال سے حدیث روایت

کی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کرنے والوں میں شامل ہیں، ان کے بیٹے، عبدالرحمان اور ابوعبیدہ، ان کے بھتیجے عبداللہ بن عتبہ، ان کی اہلیہ زینب ثقفیہ، صحابہ میں سے عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، ابوموسیٰ اشعری، عبداللہ بن زبیر، ابورافع، ابوشریح خزاعی، ابوسعید خدری، جابر بن عبداللہ، انس، ابوجحیفہ، ابوامامہ، ابوطفیل، عمران بن حصین، عمرو بن حارث، حجاج بن مالک، عبداللہ بن حارث، ابوہریرہ، کلثوم بن مصطلق اور طارق بن شہاب۔ تابعین میں سے علقمہ، اسود، مسروق، ربیع بن خثیم، قاضی شریح، ابووائل شقیق، زید بن وہب، احنف بن قیس، زر بن حبیش، ابوعمرو شیبانی، عبیدہ بن عمرو، عبداللہ بن شداد، عمرو بن میمون، عمرو بن شرحبیل، مالک بن ابوعامر، مستورد بن احنف، ابواسود دؤلی، عبدالرحمان بن ابولیلیٰ، قیس بن ابوحازم، ابوعثمان نہدی، حارث بن سوید، عوف بن مالک، کمیل بن زیاد اور ربعی بن خراش۔

حضرت عبداللہ بن مسعود اچھے خطیب تھے۔ ان کے خطبات عمدہ ادب کا نمونہ ہوتے، امثال کا خوب استعمال کرتے۔ خطبا کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا، لوگوں سے اس طرح مخاطب ہو کہ وہ تم پر نظریں گاڑ دیں اور کان تمھاری طرف لگا دیں۔ حاضرین کی طرف سے عدم توجہی محسوس کرو تو بات ختم کر دو۔ ان کا ایک خطبہ نقل کیا جاتا ہے۔ ''سب سے سچا کلام اللہ کی کتاب، قرآن مجید ہے۔ بہترین زاد راہ اور قابل اعتماد ترین شے تقویٰ ہے۔ بہترین ملت، ملت ابراہیمی ہے۔ بہترین طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ بہترین ہدایت انبیا کی سجھائی ہوئی ہدایت ہے۔ بہترین گفتگو اللہ کا ذکر ہے۔ سب سے اعلیٰ بیان قرآن مجید ہے۔ بدترین کام ہیں جو کتاب وسنت کے بعد گھڑے جائیں۔ بہترین کام ہیں جو پختہ اور معتدل ہوں۔ جو کلام مختصر ہو اور وضاحت کا محتاج نہ ہو اس گفتگو سے کہیں بہتر ہے جو لمبی ہو اور ذہن کو منتشر کر دے۔ اپنے نفس پر کنٹرول کر کے کج روی سے بچ جاؤ تو یہ اس حکمرانی سے بہت بہتر ہے جس میں عدل وانصاف کرنا تمھارے بس سے باہر ہو۔ بہترین دولت دل کی بے نیازی ہے۔ دل میں جاگزیں ہونے کے لیے یقین ہی بہترین اثاثہ ہے۔ شراب گناہوں کا گٹھا ہے۔ عورتیں شیطان کے دام (پھندے) کا کام دیتی ہیں۔ جوانی ایک طرح کا جنون ہے۔ تھوڑے (نیک کام) پر اکتفا کر لینا عاجزی اور (نیکی سے) محرومی کی کلید بن جاتا ہے۔ ایسے لوگ (منافقین) بھی ہیں جو آخری وقت میں آ کر نماز (باجماعت یا نماز جمعہ) میں شامل ہوتے ہیں اور اللہ کو تھوڑا ہی (مثلاً قسمیں کھانے کے لیے) یاد کرتے ہیں۔ بدترین جرم جھوٹ کی عادی زبان رکھنا ہے۔ بین عمل جاہلیت ہے۔ مومن کو گالی دینا فسق وکج رائی، اس سے جنگ کرنا کفر اور غیبت کر کے اس کا گوشت کھانا معصیت ہے۔ جو لوگ اللہ کے بارے میں جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ یوں یا اس طرح کرے گا یا فلاں کو دوزخ

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

میں ڈالے گا، اللہ اس کا جھوٹا ہونا ثابت کر دیتا ہے۔ جو عفو و درگزر سے کام لیتا ہے، اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ نیکوکاروں کے دیوان میں لکھا ہے، جو معاف کرتا ہے، اس سے چشم پوشی کی جاتی ہے۔ بدبخت ہے جو ماں کے پیٹ ہی سے بدبختی لے کر آتا ہے۔ خوش قسمت ہے جو دوسروں کے انجام سے نصیحت پکڑتا ہے۔ معاملات اپنے حتمی نتائج سے یاد رکھے جاتے ہیں۔ کسی کام کا خلاصہ یا نچوڑ اس کے انجام میں مضمر ہوتا ہے۔ بدترین ملامت ہے جو موت آنے پر کی جائے۔ بدترین ندامت ہے جو قیامت کے روز ہو۔ بدترین گمراہی ہدایت پا لینے کے بعد گمراہ ہونا ہے۔ بہترین مال داری دل کی تونگری ہے۔ بدترین کمائی سود سے حاصل ہونے والی کمائی ہے۔ بدترین خوراک یتیم کا مال ہڑپ کر لینا ہے۔ سب سے اعلیٰ موت شہادت پانا ہے۔ جو مصیبت کا ادراک کر لیتا ہے، اسے صبر حاصل ہو جاتا ہے۔ جو صعوبت کو سمجھ نہیں پاتا، کڑھتا رہتا ہے۔ جو شیطان کا کہا مانتا ہے، اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اور جو اللہ کی نافرمانی کرتا ہے عذاب کا مستحق ہو جاتا ہے۔'' جو حضرات خطبے کے اصل عربی متن سے لطف اندوز ہونا چاہتے ہیں البیان والتبیین ملاحظہ فرمائیں۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

کوفہ میں پندرہ سو صحابہ کی آمد ہوئی اس لیے یہ حدیث اور فقہ کی تعلیم کا اہم مرکز بن گیا۔ خلیفۂ چہارم سیدنا علی کی خلافت کے آخری چار سال کوفہ میں گزرے، ان کے فتووں کا اس شہر میں چرچا ہوا۔ یہاں کے دوسرے بڑے فقیہ حضرت عبداللہ بن مسعود ہوئے۔ ان کے شاگرد حضرت علقمہ بن قیس کو فقہ کے کوفی مکتب فکر کا بانی سمجھا جاتا ہے، علقمہ کے شاگرد ابراہیم نخعی فقہ ابن مسعود سے مالا مال ہوئے پھر حماد بن ابوسلیمان نے ان سے یہ علم پایا۔ اسی شہر میں امام ابوحنیفہ نے جنم لیا، وہ اٹھارہ سال حماد کی تربیت میں رہے۔ انھیں زین العابدین اور جعفر صادق سے بھی تلمذ رہا۔ خود فرماتے ہیں، میں نے چار فقیہ صحابیوں حضرت عمر، علی، ابن مسعود اور ابن عباس کی فقہ الگ الگ ان کے شاگردوں سے سیکھی۔ فقہ حنفی کس طرح وجود میں آیا، فقہاے حنفیہ کی وضع کردہ یہ تمثیل خوب وضاحت کرتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کی تخم ریزی سے یہ مکتب فقہ کاشت ہوا، علقمہ نے آب پاشی کر کے اسے سینچا، ابراہیم نخعی نے اس کی فصل کاٹی، حماد نے چھان پھٹک کر صاف کیا، امام ابوحنیفہ نے چکی میں پیس کر اسے غلہ کی شکل دی، امام ابو یوسف نے اس کا آٹا گوندھا اور آخر کار امام محمد نے اس کی روٹی پکائی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کی کاشت کردہ فصل سے پکی ہوئی یہی روٹی ہے جو فقہ حنفی کے پیروکار اب تک کھا رہے ہیں۔

''السنن الکبریٰ'' میں بیہقی نے اور ''تنقیح'' میں ابن عبد الہادی نے حضرت ابن مسعود کے کمزور حافظے کا ذکر کیا ہے۔ اہل حدیث علما نے اس نکتہ کو خوب اٹھایا ہے، ان کا خیال ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود سوء حفظ کی وجہ سے اپنی

روایات میں رفع یدین کا ذکر کرنا بھول گئے ہیں۔''فقیہ امت'' پر اس الزام کا غلط ہونا اس قدر واضح ہے کہ کسی تردید کی ضرورت نہیں۔

مطالعۂ مزید: السیرۃ النبویہ (ابن ہشام)، الطبقات الکبریٰ (ابن سعد)، البیان والتبیین (جاحظ)، الجامع المسند الصحیح (بخاری بشرح محمد داؤد راز)، المسند الصحیح المختصر من السنن (مسلم، شرکۃ دار الارقم)، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء (ابونعیم اصفہانی)، المنتظم فی تواریخ الملوک والامم (ابن جوزی)، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب (ابن عبدالبر)، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ (ابن اثیر)، تہذیب الکمال فی اسماء الرجال (مزی)، تاریخ الاسلام (ذہبی)، سیر اعلام النبلاء (ذہبی)، البدایہ والنہایہ (ابن کثیر)، الاصابہ فی تمییز الصحابۃ (ابن حجر)، تہذیب التہذیب (ابن حجر)، اردو دائرۂ معارف اسلامیہ (مقالہ: A.J.Wensinck)، Wikipedia۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com